175176 ـ مسلمانوں کے معرکوں میں حاصل ہونے والی غنیمت کا حکم

سوال

کسی جگہ ظلم و زیادتی کرنے والوں کے خلاف جہاد میں مسلمان شریك ہوتے ہیں جس طرح کہ بوسنیا میں ہوا، جب مجاہدین لڑتے ہیں تو وہ زمین بھی حاصل کرتے ہیں اور مال غنیمت اور اسلحہ وغیرہ بھی، جب ہم اسلامی ناحیہ سے بات کرتے ہیں تو پھر اسلام میں تو چوری حرام ہے، لیکن کیا یہ چوری ہے؟
اور جب یہ ایسا نہ ہو تو پھر مسلمان شخص اس مال کو کس طرح استعمال کرے؟
اسے کون استعمال کرے گا، اور کیا اسے تقسیم کرنا واجب ہے، اور کسے دیا جائے گا؟ اور خمس سے کیا مراد ہے ؟
اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے راستے میں کئی ایك عظیم مقاصد اور غایت کے لیے جہاد فرض کیا ہے، جس میں دین اسلام کا غلبہ کرنا بھی شامل ہے، اور لوگوں کو دین اسلام کی معرفت دلانا، اور اس مقصد کی حقیقت کا ادراك کرانا بھی مقصود ہے جس کی بنا پر اللہ تعالی نے انہیں پیدا فرمایا ہے.

اور ان مقاصد اور اغراض میں اس دین اسلام کے دشمنوں کی دشمنی کو ختم کرنا اور دور ہٹانا جو اس دین کے نور کو ختم کرنا چاہتے اور اس دین اور دین کے ماننے والوں کو ملیا میٹ کرنے پر تلے ہوئے ہیں.

اس کی دلیل اللہ تعالی کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالی ان کی مدد پر قادر ہے، یہ وہ ہیں جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا، صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے الحج (39).

آج جو کچھ بوسنیا، شیشان، کوسوو وغیرہ دوسرے اسلامی ملکوں میں ہو رہا ہے یہ اسی میں سے جس کی خبر اللہ تعالی نے کفار کےمتعلق دیتے ہوئے فرمایا تھا:

وہ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے کفر کیا ہے تم بھی اسی طرح کفر کرنے لگو تو تم برابر ہو جاؤ گے.

اور ایك دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کاش تم کفر کا ارتکاب کرو.

اور ایك مقام پر فرمان باری تعالی ہے:

ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں البقرۃ (109).

اور ایك مقام پر فرمان باری تعالی ہے:

اور آپ سے یہودی اور عیسائی ہرگز راضی نہیں ہوسکتے حتی کہ آپ ان کے دین کی پیروی کرنی شروع کردیں.

اور اسی طرح مسلمانوں اور کفار کے مابین جاری لڑائی وہ تدافع اور دور ہٹانے میں سے ہے جو اللہ تعالی کی سنن کونیہ میں سے ہے، جس کا ذکر اللہ تعالی نے اس فرمان میں اس طرح کیا ہے:

چنانچہ اللہ تعالی کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی اور داود علیہ السلام کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا، اور اللہ تعالی نے داود علیہ السلام کو مملکت و حکمت اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا، اگر اللہ تعالی بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تعالی دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہےالبقرۃ (251).

اور اسی طرح ایك جگہ فرمایا:

یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا، صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے، اگر اللہ تعالی لوگوں کو آپس میں ایك دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی منہدم کر دی جاتیں جہاں اللہ تعالی کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، جو کوئی اللہ تعالی کی مدد کرے گا اللہ تعالی بھی ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشك اللہ تعالی بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے الحج (40).

دور حاضر میں آج مسلمانوں کا صربیوں اور روسیوں اور دوسرے کفار کے خلاف جنگ تو صرف ان کفار کے ظلم و ستم اور زیادتی کو ختم کرنے کے لیے ہے، اور یہ دفاعی جہاد ہے جو شریعت اسلامیہ میں مشروع ہے، اور اس پر دین اسلام میں پائے جانے والے جہاد کے سارے احکام لاگو ہوتے ہیں.

اور ان جنگوں اور لڑائیوں میں جو کچھ مسلمان اسلحہ، اور آلات حرب، اور دوسرا سازوسامان، اور جائداد و بلڈنگیں وغیرہ حاصل کرتے ہیں یہ بالجملہ سب کچھ مسلمانوں کا ہے، اور یہ مال ان کے لیے حلال ہے، جیسا کہ فرمان باری

تعالی ہے:

لھذا جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو.

اور غنیمت سے مراد اورمقصود وہ نقدی اور بعینہ مال وغیرہ ہے جس سے نفع حاصل کیا جائے، اور اسے مجاہدین اللہ تعالی کے راستے میں کفار سے لڑائی کرتے ہوئے حاصل کرتے ہیں، یہ حاصل کردہ مال کئی ایك وجوہات کی بنا پر چوری میں شامل نہیں ہوتا:

1 ـ چوری یہ ہے کہ محفوظ جگہ سے بغیر کسی حق کے خفیہ طریقہ سے مال اڑایا جائے، اور یہ تو اس چوری کے بالکل مخالف ہے، جب کہ جہاد کا مال غنیمت اور فئ کے طور پر کفار سے حق کے ساتھ لیا جاتا ہے، اور اس میں ہمارے لیے شرعی طور پر اجازت ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

لھذا جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کے ساتھ جہاد اور جنگوں میں اس پر عمل بھی رہا ہے، اور ان کا سازوسامان سلب بھی کرتے رہے ہیں.

2 ـ چوری تو معصوم اور محترم مال میں ہوتی ہے، اور لڑنے والے کفار کا مال معصوم اور محترم نہیں ہے.

3 ـ اس میں کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ برابری کے باب میں شامل ہوتا ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کے مال سلب کیے گئے اور ان کے حقوق غصب ہوئے اوران کے گھر چھین لیے گئے، تو یہ ان کے حقوق کی واپسی ہے، اور جو کچھ ان کے ہاتھوں سے چھینا گیا ہے اسے واپس لینا ہے، لھذا یہ ان کے حقوق کی واپسی میں شامل ہوتا ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد (برابر کا) بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر (الزام کا) کوئی راستہ نہیں الشوری (41).

یعنی کوئی گناہ وغیرہ نہیں.

اور اس کے بعد فرمایا:

راستہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ناحق ظلم و ستم کرتے ہیں.الشوری (42)

جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر مجاہدین کفار کے ساتھ لڑائی میں جتنا بھی مال حاصل کرتے ہیں وہ مال غنیمت اور مال فئ بنے گا، اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا یعنی غنیمت وہ مال ہے جو لڑائی کر کے حاصل کیا جائے، اور دوسرا یعنی فئ بغیر لڑائی کیے حاصل ہوتا ہے، یعنی کفار مال چھوڑ کر بھاگ جائیں، یا بغیر لڑے ہی شکست تسلیم کرلیں.

شرعی طور پر غنیمت میں واجب یہ ہے کہ امام یا مجاہدین کا امیر یا مسئول اور کمانڈر اس مال کو جمع کرے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرے، ایك حصہ تو ان جگہوں میں تقسیم کیا جائے گا جو مندرجہ ذیل فرمان باری تعالی میں مذکور ہیں:

فرمان باری تعالی ہے:

جان لو کہ تم جس قسم کی جو بھی غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالی اور رسول کا اور رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا الانفال (41).

اور باقی چار حصے لڑائی کرنے والے مجاہدین کے درمیان اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ گھڑ سوار کو تین حصے؛ (ایك اس کا اور دو گھوڑے کے یہ اس وقت ہے جب لڑائی میں گھوڑے استعمال ہوں) اور پیدل کو ایك حصہ دیا جائےگا.

یہ مال مسلمان لشکر اور فوج کے لیے حلال اور پاکیزہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اسے مباح کرتے ہوئے فرمایا:

لھذا جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو.

اور خمس سے مراد وہی ہے جس کی طرف آیت اشارہ کر رہی ہے، اور وہ اس پہلی قسم کا مصرف ہے.

اور وہ یہ ہیں:

1 ـ اللہ تعالی اور اس کےرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ:

یہ بغیر کسی تعیین کے عام مسلمانوں کے مصالح اور رفاہ عامہ کے کام میں صرف کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالی نے اسے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھا ہے، اور اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غنی و بے پرواہ ہیں، تو اس طرح علم ہوا کہ یہ اللہ کے بندوں کے لیے ہے اور جب اللہ تعالی نے کوئی مصرف متعین نہیں کیا تو یہ اس بات کی دلالت ہے کہ یہ عام مصلحت میں صرف کیا جائے گا.

دیکھیں: تفسیر ابن سعدی (3 / 169).

2 ـ اس میں سے ایك حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور بنو ہاشم اور بنی المطلب میں سے آل بیت کے لیے ہے، اس میں ان کا مالدار اور فقیر مرد و عورت سب برابر ہیں.

3 ـ یتیم: یہ وہ بچے ہیں جن کے ماں باپ نہیں اور وہ بالغ نہیں ہوئے.

4 ـ فقراء اور محتاج لوگ.

5 ـ مسافر، یہ وہ مسافر ہے جس کے پاس زاد راہ ختم ہو جائے اور وہ اپنے علاقے میں جانے کے لیے مال کا ضرورتمند ہو.

اور بعض مفسرین حضرات کا کہنا ہے کہ: (غنیمت کا خمس ان صنفوں سے باہر نہیں نکل سکتا، اور نہ ہی یہ لازم ہے کہ ان میں برابر ہو، بلکہ یہ مصلحت پر منحصر ہے) شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ تعالی نےاسے ہی راجح کہا ہے.

مزید تفصیل دیکھنے کے لیے تفسیر ابن کثیر (2 / 269) اور ابن قیم رحمہ اللہ تعالی کی زاد المعاد (3 / 100 ـ 105) دیکھیں.

واللہ اعلم .